قرضِ حسن کی شرعی ومعاشرتی اہمیت

مفتی سید صابر حسین

قرض عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے لغوی معنی ''اَلقَطع'' کاٹنے کے ہیں۔اس کی وجہِ تسمیہ بیان کرتے ہوئے علامہ شربینی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: **وَسمِّیَ بِذالِکَ لِاَنَّ المُقرِضَ یَقطَعُ لِلمُقتَرِضِ قِطعَۃً مِنْ مَالِہٖ** ترجمہ: اور اس کا نام (قرض) اس لئے رکھا گیا ہے کہ قرض کے معاملے میں قرض خواہ **(creditor)** اپنے مال سے کچھ کاٹ کر قرض دار **(debtor)** کو دیتا ہے۔قرض دراصل عقد **(contract)** کی ایسی صورت ہے، جس میں قرض خواہ **(creditor)** یعنی قرض دینے والا خالصتاً احسان وتبرع کی بنیاد پر ایک ضرورت مند کو اپنی رقم یا کوئی بھی مثلی شئے دے رہا ہوتا ہے اور اس سے کسی قسم کے زائد کا مطالبہ نہیں کرتا ، لہٰذا قرآن مجید اور اَحادیثِ نبوی **صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** میں اسے ایک مستحسن اور قابلِ تعریف عمل قرار دیا گیا ہے اور قرض دینے والے سے اَجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔قرض کے ساتھ عام طور پر ''حسن'' کا لفظ بھی بولا جاتا ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرضِ حسن سے کیا مراد ہے۔فقہاءِ کرام نے قرضِ حسن کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد وہ قرض ہے، جس کی ادائیگی بالکل آسان ہو، سود سے پاک ہو اور قرض خواہ کی طرف سے واپسی پر کوئی زور نہ ہو بلکہ قرضدار اپنی آسانی کے مطابق واپس کرے۔مفتی محمد یار خاں نعیمی **رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ** نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر ''نور العرفان'' میں تحریر فرمایا: ''قرضِ حسن وہ کہلاتا ہے، جس کا مقروض سے تقاضا نہ کرے، دیدے بہتر ورنہ معاف کردے۔ اس میں چند شرطیں ہیں: دینے والے میں اِخلاص ہو، خوشدلی سے دیا جائے، مال حلال خرچ کرے، اس کے بدلے جلدی نہ کرے، کبھی ہر صدقہ کو قرضِ حسن کہہ دیتے ہیں، **(نور العرفان)**''۔قرضِ حسن میں قرض خواہ کی طرف سے قرضدار کو آسانیاں فراہم کی جاتی ہیں، لہٰذا اللہ رب العزت نے قرآنِ مجید میں اس قرض کی بہت زیادہ ترغیب

(motivation)دلائی ہے۔قرآنِ مجید میں ہے :ہے کوئی جو اللہ کو قرضِ حسن دے تا کہ اللہ (تعالیٰ) اُس کے لئے اُس قرض کے کئی گناہ بڑھادے یعنی اُس پر اَجر عطا فرمائے، (سورۂ بقرہ، آیت:245)"۔قرضِ حسن دینے پر دُنیوی اضافہ کی صورت کبھی روحانی ہوتی ہے ،تو کبھی مادی و روحانی دونوں۔ جبکہ آخرت کا انعام و اِکرام الگ ہے۔ حضرت عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُقْرِضُ مُسْلِمًا قَرْضًا اِلَّا كَانَ كَصَدَقَةٍ مَرَّتَيْنِ ترجمہ"جب کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو قرض دیتا ہے ،تو یہ قرض اللہ تعالیٰ کی راہ میں دو مرتبہ صدقہ دینے کے برابر ہوجاتا ہے، (سننِ ابنِ ماجہ،کتاب الصدقات ،باب القرض،رقم الحدیث:2423)"۔

بوقتِ ضرورت قرض لینا اور اِسی طرح ضرورت مندوں کو قرض دینا دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ سے ثابت ہیں۔ اِس حوالے سے کئی روایات موجود ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں : اِسْتَقْرَضَ مِنِّي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعِيْنَ اَلْفًا فَجَاءَهُ مَالٌ فَدَفَعَهُ اِلَيَّ وَقَالَ: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ جَزَاءُ السَّلَفِ اَلْحَمْدُ وَالْاَدَاءُ ترجمہ:"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے چالیس ہزار بطورِ قرض لئے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال آگیا،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (میرا قرض) واپس کردیا اور (دُعا دیتے ہوئے) فرمایا:اللہ تعالیٰ تمہارے اہل اور تمہارے مال میں برکت عطا فرمائے، بے شک قرض کا بدلہ تعریف کرنا یعنی شکر ادا کرنا اور واپس کرنا ہے،(سننِ نسائی، کتاب البیوع، باب الاستقراض، رقم الحدیث:4687)"۔اِس حدیث مبارک سے بیک وقت قرض لینے کے جواز،قرض کی بروقت ادائیگی اور قرض واپس کرتے ہوئے قرض خواہ کے لئے دعائیہ کلمات ادا کرنے کا پتہ چلتا ہے۔

جہاں تک صحابۂ کرام کا تعلق ہے،تو وہ عہدِ رِسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دنیا سے رخصت ہوجانے کے بعد بھی قرض کا لین دین کیا کرتے ہیں۔ اِس حوالے سے کئی واقعات کتبِ اَحادیث وآثار میں ملتے ہیں۔ اِمام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر 26 اور 27 کے ضمن میں حضرت مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ تحریر فرمایا کہ وہ ایک مرتبہ نمازِ جمعہ میں شریک نہ ہوسکے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے یوحنا بن باریا یہودی کا قرض دینا تھا اور وہ میرے دروازے پر بیٹھا تھا کہ میں باہر نکلوں ،تو

وہ مجھ سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ میں جمعہ کی نماز کے لئے حاضر نہ ہوسکا۔ اِس پر آپ **صلی اللہ علیہ وسلم** نے فرمایا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قرض کو ادا فرمادے ،تو اُنہوں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں؟ تو نبی کریم **صلی اللہ علیہ وسلم** نے فرمایا کہ ہر روز سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر **26** اور **27** کی تلاوت کے ساتھ یہ دُعا پڑھ لیا کرو، رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَ رَحِیْمَھُمَا تُعْطِیْ مِنْھُمَا مَنْ تَشَاءُ وَتَمْنَعُ مِنْھُمَا مَنْ تَشَاءُ اِقْضِ عَنِّی دَیْنِی۔ آپ **صلی اللہ علیہ وسلم** نے مزید فرمایا کہ اگر تجھ پر زمین کے برابر سونا بھی قرض ہوگا،تو وہ ادا ہوجائے گا۔ اِس حدیثِ مبارک سے بھی ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام **علیہم الرضوان** بھی قرض لیا کرتے تھے۔لیکن قرآن وحدیث کے بنظرِ غائر مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دِین میں قرض لینے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے اورحتی الامکان دور رہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ جبکہ ضرورت مندوں کوقرض دینے کی حوصلہ افزائی اور اِس پر دنیا وآخرت میں اجرِعظیم کا وعدہ بھی۔ حدیثِ مبارک کا مفہوم ہے کہ شہید بھی اِس وقت تک داخلِ جنت نہیں ہوگا ، جب تک کہ اُس کے ذمے واجب الادا قرض ادا نہ کردیا جائے۔ رسول اللہ **صلی اللہ علیہ وسلم** کی ایسی کئی دعائیں ہمیں ملتی ہیں، جن میں آپ **صلی اللہ علیہ وسلم** قرض سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کررہے ہیں۔ چنانچہ اُم المومنین حضرت عائشہ **رضی اللہ تعالیٰ عنہا** فرماتی ہیں کہ رسول اللہ **صلی اللہ علیہ وسلم** اپنی نماز میں یہ دُعا فرمایا کرتے تھے : اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَاثِمِ وَالْمَغْرَمِ ترجمہ:''اے اللہ! میں گناہ اورقرض سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں''۔ کسی نے آپ **صلی اللہ علیہ وسلم** سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ **صلی اللہ علیہ وسلم** آپ قرض سے اِس قدر پناہ طلب کیوں کرتے ہیں ،تو آپ **صلی اللہ علیہ وسلم** نے فرمایا: اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَکَذَبَ وَوَعَدَ اَخْلَفَ ترجمہ:''جب بندہ قرض لیتا ہے،تو جب بولتا ہے،تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے،تو وعدہ خلافی کرتا ہے،(**صحیح بخاری، کتاب الاستقراض، باب من استعاذ مین الدّین، رقم الحدیث: 2397**)''۔شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی **رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ** اِس حدیث کی شرح فرماتے ہیں :وَفِیْہِ بَشَاعَۃُ الدَّیْنِ وَشِدَّتُہٗ وَتَادِیَتُہُ الدَّائِنَ اِلیٰ اِرْتِکَابِ الْکَذِبِ وَالْخُلْفِ فِی الْوَعْدِ الَّذِیْنَ ھُمَا مِنْ صِفَاتِ الْمُنَافِقِیْنَ ترجمہ:''اِس حدیث میں قرض لینے کی خرابی اورسنگینی (کو بیان کیا گیا) ہے، کیونکہ وہ مقروض کوجھوٹ اور وعدہ کی خلاف ورزی تک پہنچا دیتا ہے اور یہ دونوں منافقت کی صفات ہیں،(**عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری**)۔ ایک حدیث مبارک میں ہے کہ آپ **صلی اللہ علیہ وسلم** نے صحابۂ کرام سے فرمایا: لَا

تَخْتِنُوْا اَنْفُسَکُم ترجمہ: تم خودکشی نہ کرو، اِس پر صحابۂ کرام نے عرض کیا:**یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! کَیْفَ نَخْتِنُ اَنْفُسَنَا** کہ ہم کیسے خودکشی کر سکتے ہیں، تو آپ **صلی اللہ علیہ وسلم** نے فرمایا: **بِالدَّین** تم (بلاوجہ) قرض لے کر (خودکشی کرتے ہو)، **(المستدرک علی الحاکم، کتاب البیوع)**۔

آپ **صلی اللہ علیہ وسلم** کے مبارک فرمودات کی روشنی میں اگر فی زمانہ قرض لینے کے معاملے کو دیکھا جائے، تو معلوم ہوگا کہ لوگ انتہائی ضرورت کے بغیر قرض لے رہے ہیں۔ معاشرے میں اپنی ناک اونچی کرنے اور جھوٹی اَنا کو قائم رکھنے کی خاطر لاکھوں روپے قرض لے لیتے ہیں اور بعد میں پریشان ہو رہے ہوتے ہیں۔ کئی لوگ تو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے سودخوروں اور سودی اداروں سے قرض لیتے ہیں اور پھر اس کی ادائیگی کی پریشانی کے ساتھ ہی سود جیسے قبیح اور ناپسندیدہ فعل میں مبتلا ہوکر اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعلانیہ جنگ کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں۔ ایک شخص کے پاس کئی کئی کریڈٹ کارڈز ہوتے ہیں اور ''مالِ مفت دلِ بے رحم'' کی مانند وہ آزادی کے ساتھ اُن کارڈز پر خریداری کرتا ہے کیونکہ اِس پر سودی مالیاتی ادارے کی جانب سے اُسے قرض کی سہولت فراہم کی جاتی ہے اور بعد میں عدمِ ادائیگی کی صورت میں گھر تک سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ یہ شریعت مطہرہ میں منع ہے کیونکہ اِس کا مزاج یہ ہے کہ ہر شخص ''**اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلائے**'' اور خرچ میں میانہ روی اختیار کرے، آپ **صلی اللہ علیہ وسلم** نے فرمایا کہ جس نے میانہ روی اختیار کی وہ کبھی تنگدست نہیں ہوا۔

اَب دنیاوی نمود و نمائش کے لئے قرض لینے کو برا عمل سمجھا ہی نہیں جاتا، کفایت شعاری کی بجائے فضول خرچی چونکہ مجموعی طور پر معاشرے کا مزاج بن چکی ہے، لہٰذا انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی اور ملکی سطح تک قرض لینے کا رجحان بڑھتا ہی جارہا ہے اور چونکہ سرمایہ دارانہ نظام **(capitalism)** میں قرض اور سود لازم و ملزوم **(part and parcel)** ہیں لہٰذا سوائے چند کے ہر قرض لینے والا اپنے قرض پر سود بھی ادا کر رہا ہے۔ اِس کی زندہ مثال خود ہمارا ملک ہے، جو بیرونی قرضوں پر اَربوں روپے روزانہ کی بنیاد پر سود ادا کر رہا ہے اور اِس قرض کی بدولت ترقی کرنے کے بجائے معاشی گراوٹ و پستی کی جانب گامزن ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول **صلی اللہ علیہ وسلم** کے ساتھ کھلی جنگ کے مترادف ہے اور اِس جنگ میں بھلا انسان کیسے فاتح بن سکتا ہے؟

قرض چونکہ ایک تبرّع اور احسان کا معاملہ ہے اور اِس کا اَجر و ثواب اللہ رب العزت نے

اپنے ذمہ کرم پر لیا ہوا ہے، لہٰذا قرض خواہ اپنے دیئے گئے قرض پر کسی بھی قسم کی کوئی مشروط منفعت (conditional benefit) یا معروف منفعت (customary benefit) اپنے قرضدار سے نہیں لے سکتا اور اگر اُس نے کوئی منفعت کرنسی، مال یا خدمات کی صورت میں لی، تو وہ شرعی اعتبار سے سود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ الرِّبٰوا، ترجمہ: ہر وہ قرض، جو کسی بھی قسم کا فائدہ لائے، وہ (فائدہ) سود ہی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنابِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِذَا اَقْرَضَ اَحَدُکُمْ قَرْضًا فَاَهْدٰی لَهٗ اَوْ حَمَلَهٗ عَلَی الدَّابَّةِ فَلَا یَرْکَبْهَا وَ لَا یَقْبَلْهُ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ جَرٰی بَیْنَ وَ بَیْنَهٗ قَبْلَ ذَالِکَ ترجمہ: "تم میں سے جب کوئی کسی کو قرض دے، تو پھر وہ (قرضدار) اُس کو تحفہ دے یا اپنے جانور پر سوار کرے، تو وہ نہ ہی تحفہ قبول کرے اور نہ اُس سے سواری لے، لیکن اگر اُن کے درمیان اِس طرح کا لین دین پہلے سے ہی ہوتا رہا ہے، تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں یعنی یہ فائدہ لینا سود نہیں ہوگا (سننِ ابنِ ماجہ، کتاب الصدقات، باب القرض، رقم الحدیث: 2432)"۔

اِمامِ اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ وہ جسے قرض دیتے، اُس کی دیوار کے سائے میں بھی نہیں بیٹھا کرتے تھے، اُنہیں خدشہ ہوتا تھا کہ کہیں یہ قرض پر سود لینے کی وعید (warning) میں نہ آجائے، البتہ اگر فریقین کے درمیان پہلے سے طے نہیں تھا اور نہ ہی قرض پر منافع دینے کی عادت یا عرف تھا اور قرضدار قرض کی ادائیگی کے وقت قرض خواہ کی طلب کے بغیر اپنی جانب سے کچھ احسان کے طور پر دیتا ہے، تو وہ سود نہیں ہوگا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ سے بھی ثابت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی تعریف ارشاد فرمائی ہے، جو قرض کی ادائیگی اَحسن طریقے سے کرتا ہے اور اَحسن طریقے سے ادائیگی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بغیر طے کئے قرض کو اِضافہ کے ساتھ ادا کیا جائے۔ آج کل گھر گروی رکھ کر جو قرض دیا جاتا ہے، جس میں قرض خواہ اپنے قرض دار کا مکان یا کوئی اور شئے قرض کی ادائیگی تک اپنے پاس رکھ کر اُس سے اِستفادہ کرتا ہے، یہ بھی سود ہی کی ایک جدید صورت ہے، اِس سے اجتناب لازم ہے۔ واضح رہے کہ قرض دینے پر رہن (mortgage) کا مطالبہ کرنا اَز روئے شرع درست ہے لیکن اِس میں شرط یہ ہے کہ اُس مالِ مرہون (mortgaged property) سے قرض خواہ کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔

قرآن و سنت میں مقروض کے ساتھ حسنِ معاملہ کی تلقین آئی ہے، جس کے نہ صرف اُخروی

فوائد ہیں بلکہ دنیا میں بھی کئی طرح کے معاشرتی وسماجی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اِس سے افرادِ معاشرہ میں باہمی اِحترام وہمدردی کا رشتہ مضبوط ومستحکم اور امیر وغریب کے درمیان ذہنی وفکری ہم آہنگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ روپیہ امیر کی جیب سے نکل کر غریب کی جیب میں جاتا ہے، جس سے غریب اپنی ذاتی ضروریات کی تکمیل کے ساتھ ساتھ تجارتی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے قابل ہوجاتا ہے، جس سے معیشت کا پہیہ تیز سے تیز ہوجاتا ہے اور ملک معاشی و اقتصادی ترقی کی جانب گامزن ہوجاتا ہے۔ بالآخر اِستحصالی قوتیں اپنی موت آپ مرنے پر مجبور ہوجاتی ہیں۔ مقروض کے ساتھ حسنِ سلوک کی ایک صورت تو یہ ہے کہ قرض کی ادائیگی میں اُسے آسانیاں فراہم کی جائیں، اگر وہ مفلوک الحال ہے، تو اُسے اتنی مہلت دی جائے کہ وہ بآسانی قرض ادا کرسکے اور دوسری صورت اِس سے بھی بڑھ کر ہے کہ اُس کا قرض معاف کردیا جائے۔ اِس حوالے سے قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایاہے: وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلیٰ مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْط اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ترجمہ: اور اگر مقروض تنگدست ہو، تو اُسے آسانی تک مہلت دو اور تمہارا قرض کو صدقہ کردینا (معاف کردینا) تمہارے لئے سب سے بہتر ہے، اگر تم جانو، (سورۂ بقرہ، آیت: 280)"۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: مَنْ سَرَّہٗ مَنْ يُنْجِيَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ اَوْ يَضَعْ عَنْهُ "جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن کی تکالیف سے نجات عطا فرمائے، وہ کسی مفلس کو مہلت دے یا اُس کا قرض معاف کردے، (صحیح مسلم، کتاب المساقات، باب فضل انظار المعسر، رقم الحدیث: 4000)"۔ اِسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرض میں آسانی دینے والے ایک شخص کی مغفرت فرمادی، (سننِ ترمذی، کتاب ابواب البیوع، رقم الحدیث: 3995)۔ قرآن وسنت کے ان اَحکام کی روشنی میں جب معاشرتی طرزِ عمل کو دیکھا جاتا ہے، تو اِس حوالے سے بہت زیادہ سختی نظر آتی ہے، قرض خواہ کسی قسم کی رورعایت کئے بغیر مقروض کے ساتھ انتہائی نارواسلوک اختیار کرتا ہے، افرادِ معاشرہ کے سامنے اُس کی عزت کو تار تار کرنے کی کوشش کرتا ہے، جس کے سنگین قسم کے نتائج سامنے آتے ہیں اور کئی قسم کے معاشرتی مسائل جنم لیتے ہیں، مقروض اپنی عزت بچانے کی خاطر خودکشی جیسے عمل کا بھی مرتکب ہوجاتا ہے، اِس طرح کے واقعات سے رسائل و اخبارات بھرے پڑے ہیں۔ ضرورت مندوں کو قرض دینا بھی معاشرتی وسماجی خدمات کا ایک ذریعہ ہے۔ پاکستان میں ایسے بہت سارے رفاہی اور فلاحی ادارے قائم ہوچکے ہیں، جو معاشی اعتبار سے

کمزور افراد کو تجارت کرنے کے لئے قرض حسن دیتے ہیں اور اُنہیں اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے میں مدد و معاون بن رہے ہیں۔ ایسے اداروں اور افراد کی موجودگی اِس زمانے میں نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں ہے۔ اِس پر مزید کام کرنے کی ضرورت ہے۔

جہاں تک قرض لینے کے بعد واپس کرنے کا تعلق ہے، اِس حوالے سے اَحادیثِ مبارکہ میں اِنتہائی تاکید آئی ہے۔ قرض دار کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ قرض کی ادائیگی جس قدر جلدی ہو سکے کردے اور طاقت ہونے کے باوجود قرض ادا نہ کرنے والے کے عمل کو ظلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ** ترجمہ: (اِستطاعت ہونے کے باوجود قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، (صحیح بخاری، کتاب الاستقراض، باب مطل الغنی ظلم، رقم الحدیث:2400)''۔ فقہاءِ کرام اِس حدیثِ مبارک کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ قرض کی ادائیگی کی قدرت رکھنے کے باوجود ٹال مٹول کرنا حرام ہے۔ آج ایک معاشرتی المیہ یہ بھی ہے کہ لوگ بلاضرورت قرض لیتے ہیں اور پھر بعد میں قرض خواہ کو بلاوجہ خوار کردیتے ہیں، اِس سے کئی قباحتیں جنم لیتی ہیں، آپس میں رشتے داریاں ختم ہوجاتی ہیں، رنجشیں بڑھتی ہیں اور کئی دفعہ معاملہ قتل و غارت گری تک پہنچ جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی مذمت ارشاد فرمائی ہے، جو لوگوں سے قرض اِس نیتِ بد کے ساتھ لیتا ہے کہ وہ واپس نہیں کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے لئے دعائے ضرر فرمائی کہ وہ ہلاک ہوجائے، جو لوگوں سے مال ہضم کرنے کی نیت سے لیتا ہے۔ ایک صاحبِ عقل کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے لئے دعائے ضرر فرمارہے ہیں۔ قرض کی ادئیگی میں ٹال مٹول کرنے والے کی دُنیوی بربادی تو یہ ہے کہ وہ لوگوں میں بے اعتبار ہوجاتا ہے، قرض خواہ ہر وقت اُس کے درپے ہوتا ہے، بعض اوقات نوبت کورٹ کچہری تک پہنچ جاتی ہے جہاں مال وعزت دونوں کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ اور اُخروی ناکامی، اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اَعمالِ صالح کے ضیاع کی صورت میں ملے گی۔ علاوہ ازیں اُس کا یہ منفی طرزِ عمل دوسرے ضرورت مندوں کی پریشانی کا سبب بھی بن جاتا ہے کہ قرض دینے والا آئندہ حقیقی مستحق کو بھی قرض دینے سے کتراتا ہے کہ کہیں وہ بھی قرض لینے کے بعد واپس نہ کرنے کا منفی رویہ اختیار نہ کرلے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرض کی ادائیگی کرنے پر اِس قدر تاکید فرماتے کہ قرض دار میت کی نمازِ جنازہ کی اِمامت اُس وقت تک نہیں فرماتے، جب تک کہ اُس کے مال سے یا پھر کوئی دوسرا اُس کی طرف سے

قرض ادا کرنے کی ذمہ داری نہ لے لیتا۔ اِس طرح کے کئی واقعات کتبِ اَحادیث میں ملتے ہیں۔

اِس کے برعکس وہ شخص جو ضرورت کے تحت قرض لیتا ہے اور اُس کی نیت بروقت ادا کرنے کی ہوتی ہے، تو اُس کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال ہوجاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ یُرِیْدُ اَدَاءَ ھَا اَدَّی اللّٰہُ عَنْہُ وَمَنْ اَخَذَ یُرِیْدُ اِتْلَافَھَا اَتْلَفَہُ اللّٰہُ ترجمہ: ''جو شخص لوگوں کا مال بطورِ قرض لیتا ہے اور اُس کی نیت ادا کرنے کی ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اُس کی طرف سے ادا کر دیتا ہے یعنی ادائیگی کے لئے اَسباب مہیا فرمادیتا ہے، (صحیح بخاری، کتاب الاستقراض، باب من اخذ اموال الناس یرید اداھا، رقم الحدیث: 2387)''۔

قرض کے لین دین میں معاشرتی پیچیدگیوں سے بچنے کی خاطر شریعتِ مطہرہ کا ایک حکم یہ ہے کہ اِسے کم از کم دو گواہوں کی موجودگی میں تحریری طور پر محفوظ کرلیا جائے تا کہ بعد میں فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کا مالی تنازع نہ پیدا ہو۔ آج کا مروّجہ قانون بھی یہی ہے کہ معاملات کو لکھ کر کیا جائے۔ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ ترجمہ: ''اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک قرض کا لین دین کرو، تو اُسے لکھ لیا کرو، (سورۂ بقرہ، آیت: 282)''۔ مشاہدہ یہی ہے کہ قرض کے لین دین کا معاہدہ با قاعدہ تحریری نہیں ہوتا اور اِس کی ایک سماجی وجہ یہ سامنے آتی ہے کہ ہمارے ہاں قرض عام طور پر رشتے داروں سے لیا جاتا ہے یا پھر قریبی دوستوں سے، لہٰذا قرض خواہ اِسے تحریری شکل دینے میں ہچکچاہٹ کا شکار ہوجاتے ہیں کہ قرضدار کیا کہے گا اور قرض دار بھی اِسے کوئی خاص اہمیت نہیں دیتا کہ یہ آپس کا معاملہ ہے۔ ابتدا میں چونکہ معاملہ پیسے دینے اور لینے کا ہوتا ہے، تو عمومی طور پر اُس وقت تمام معاملات خوش اُسلوبی سے انجام پارہے ہوتے ہیں، لیکن جب قرضدار ادائیگی میں کمی بیشی کرتا ہے یا قرض خواہ کی جانب سے زائد مطالبہ کیا جاتا ہے، تو تو پھر تنازع کا با قاعدہ آغاز ہوجاتا ہے، جو مختلف النوع معاشرتی خرابیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے، لہٰذا قرض کے لین دین کو مزید شفافیت کے ساتھ انجام دینے کی خاطر شرعی و قانونی تقاضے کے مطابق ضبطِ تحریر میں لے آئے، تو بہتر ہے۔ اِس سے مستقبل میں پیش آمدہ کئی مسائل سے چھٹکارہ پایا جاسکتا ہے۔ الغرض قرض کے لین دین کی شریعتِ مطہرہ میں چند شرائط کے ساتھ اجازت دی گئی ہے اور اِس کے کئی معاشرتی وسماجی فوائد بھی ہیں۔

☆ ربوا: عقد کے وقت جو زیادتی مال کو مال کے بدلے سے بلاعوض حاصل ہو ☆